نام: ڈاکٹر عبدالرحمن
قلمی نام: عبدالرحمن فیصل
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اردو
الٰہ آباد ڈگری کالج، یونیورسٹی آف الٰہ آباد۔ [پریاگراج]
Mb.8218467664

سفروں کے احوال: اسد محمد خاں

اسد محمد خاں بنیادی طور پر ایک افسانہ نگار ہیں لیکن افسانے، گیت اور نظموں کے علاوہ ان کی تخلیقات کا ایک مجموعہ ''ٹکڑوں میں کہی گئی کہانی'' کے عنوان سے ۲۰۰۶ء میں شائع ہونے والی کتاب 'جو کہانیاں لکھیں' میں شامل ہے۔ اس کا دوسرا ایڈیشن بھی منظر عام پر آ چکا ہے جسے القاء پبلی کیشنز لاہور نے ۲۰۱۵ء میں شائع کیا۔ اس مجموعے میں کل سات مضامین شامل ہیں جو مختلف سفروں کے احوال، خطوط اور ای میلز پر مشتمل ہیں۔ یہ تمام تحریریں خطوط کی تکنیک میں لکھی گئی ہیں۔ ان کا مطالعہ اس لیے بھی مقصود ہے کہ اسد محمد خاں جیسے افسانہ نگاری نے حقیقی واقعات کو کچھ اس طرح بیان کیا ہے کہ وہ افسانہ معلوم ہونے لگتے ہیں۔ اسی لیے یہ تحریریں بھی ان کے افسانوں کی طرح Readable اور پر تاثر ہیں۔

پہلی تحریر 'لا کے بیان میں' کے عنوان سے شامل ہے۔ اس میں اسد محمد خاں نے فراق اور عدم وجود کے موضوع پر مبنی دو اشعار کی تشریح اپنی ذاتی زندگی کی تجربات کے حوالے سے کی ہے۔ مرزا غالب کے اس مصرعے:

نوائے طائرانِ آشیاں گم کردہ آتی ہے

کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میں نے اپنی زندگی میں گم ہوئے ٹھکانوں اور رفیقوں کو تلاش کرتے پرندوں کی پکار سنی ہے۔ اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

> ''شہر کے وہ پرندے اور وہ بارشیں یاد ہیں مجھے۔ اپنی ڈاروں سے بچھڑی ہوئی مرغابیاں اور کونجیں جو آسمان میں سنسناتی ہوئی کرلاتی اور کسی جانکاہ جدائی میں چیخ مارتی تھیں۔ یہاں نیچے لگتا تھا کہ کوئی دل مٹھی میں لے کے مسل رہا ہے۔''[۱]

اسی مفہوم کو وہ اپنی زندگی کے تجربے کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

> ''لڑکپن میں، میں نے اپنے تال کے کنارے بیتابی میں پکارتا ایک اکیلا ہنس دیکھا تھا۔ دو دن تک وہ چیختا رہا آبی گھاسوں سے گزرتا، پانی پر نیچے نیچے اڑتا، اتھلے جل میں ٹھیرتا، اڈ یکتا پھر پکارتا ہوا وہ اڑ جاتا۔ تیسرے دن وہ مر گیا۔ یا شاید مار دیا کسی نے۔ میں نے تال کے مچھیروں سے

پوچھا، کہنے لگے کسی نے رحم کھا کے مار دیا ہوگا۔نہیں تو سنا ہے، ہنس سات سات دن لگا دیتا ہے
اپنے جوڑے کو یاد کر کے چیختا اور انگل انگل ڈوبتا ہے، پھر کہیں جا کے مرتا ہے۔سارا جنگل بھر دیتا
ہے اپنے دکھ سے۔''۲؎

پچاس کی دہائی میں اس طرح کی آشیاں گمشدگی کی کیفیت کو اسد محمد خاں نے خود بھی محسوس کیا ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب وہ ہندوستان سے پاکستان چلے گئے تھے۔دوسرا مصرعہ قرۃ العین طاہرہ کا عدم وجود کے حوالے سے ہے:

تو کہ فلس ماہی حیرتی چہ زنی زبحر و جود دم
بنشیں چو طوطی و دمبدم بشنو خروش نہنگ لا

اسد محمد خاں نے پہلے اس شعر کی تشریح کی ہے پھر لکھا ہے کہ قرۃ العین طاہرہ وجود کے جوہر (Essence) تلاش کرنے والوں میں سے تھیں۔کیا خبر وہ کہیں تک پہنچ پائی یا نہیں۔ہاں لا کی دہشت کو اس نے گنتی کے لفظوں میں ہم تک ضرور پہنچا دیا۔آگے لکھتے ہیں کہ:

''دم بہ دم بشنو خروش نہنگ لا۔
اس ٹکڑے کا ماحول خالص فکری ہے۔ یہ کسی مجرد مقصود (Abstract Quest) کی اشارہ کرتا
ہے(جسے ہرگز ہرگز میں سمجھنا نہیں چاہتا) یہ صوفیوں کا اور صاحبانِ حال کا مطلوب ومقصود ہے۔میں تو
حسیات کے حوالے سے چیزوں کو جانتا ہوں اور اس پر خوش ہوں۔''۳؎

حسیات کے حوالے سے'لا' کے ادراک کا تجربہ اسد محمد خاں نے اپنی زندگی میں پیش آنے والے دو واقعات کے ذریعے بیان کیا ہے۔ پہلا واقعہ یہ کہ پندرہ سال کی عمر میں وہ اپنے عم زاد بھائی کے ساتھ جنگل میں شکار کھیلنے گئے اور بھٹکتے ہوئے پندرہ سے بیس منٹ تک وہ بالکل تنہا ہو گئے تھے، لکھتے ہیں:

''میں نے دیکھا کہ اچانک میرے آگے کچھ نہیں ہے۔اس وقت Nothingness کے سامنے
تھا میں۔ یہ ایسا تجربہ تھا کہ میں نے آگے کے درختوں کو اور آسمان کو اور جنگل کے بے رستہ فرش کو
مٹتے، معدوم ہوتے دیکھا اور سناٹے کی ہونک ایک گرج کی طرح سنی۔ جیسے کٹیلے بے وجہ
brood کرتے ہوئے)ایک ہی ریچھ پر گرجتے یا غراتے ہیں تو وہ کسی طرح کی مکمل بے آوازی
کا آوازہ تھا۔''۴؎

وہ کہتے ہیں کہ دوسری مرتبہ اس واقعے کے پچاس باون سال کے بعد مجھے'لا' کا تجربہ ہوا اور انھوں نے اسپین کے میترو اسٹیشن گاردینارد پر پیش آنے والی ایک صورت حال کا بیان کیا ہے کہ جب وہ ایسکلے لیٹر (Escalator) کے ذریعے نچلے پلیٹ فارم پر پہنچے تو وہاں بالکل خاموشی تھی:

''خالی بوگیاں اور دور تک روشن اور بے آواز Tunnel۔اس رخ پر بھی، اس رخ پر بھی مطلق
سکوت۔سناٹا۔
تو یہاں لمحے بھر کو۔بس ایک ثانیے کو اپنے لڑکپن کے اس سینتالیس اڑتالیس والے جنگل کی طرح

میں نے ایک مردہ میترو اسٹیشن کو اور اس کی تمام جزئیات کو اپنی آنکھوں کے سامنے معدوم ہوتے دیکھا اور وہ گرج سنی......'لا' کے monster کا وہ ہنکارا جو کانوں کے رستے ریڑھ کی ہڈی میں اتر جاتا ہے اور یہ دیکھا کہ اس دوران خالی ریل گاڑی، پٹریاں، روشنی، پلیٹ فارم وہاں کچھ بھی نہیں ہے۔ مگر میرا یہ تجربہ بہت ہی مختصر تھا۔''۵؎

''الکازر'' میں اسد محمد خاں نے اسپین کے شہر غرناطہ کے سفر کی روداد قلم بندکی ہے۔ جہاں وہ غرناطہ کے آخری حکمرانوں آل نصر کی مسند(Seat) قصر الحمرا دیکھنے کی غرض سے گئے تھے۔ قصر الحمرا کا ذکر کرتے ہوئے انھوں نے بیسویں صدی کے ایک اسپینی شارع کا ذکر کیا ہے۔ جس نے اپنی شاعری میں قصر الحمرا کی خوبصورتی کا بیان افسانوی انداز میں کیا ہے۔ اس کے علاوہ اس تحریر میں ایک فرنچ لیڈی سے قصر الحمرا میں ہونے والی ملاقات کا بیان بھی ہے۔

''چھٹکی بی بی سکینہ۔ تھوڑا فرانس اور اسپین'' میں سفر پیرس کے احوال قلمبند کیے ہیں، جہاں گار دنارد میترو اسٹیشن پر ان کی ملاقات ایک ہندوستانی لڑکی 'مندتا' سے ہوئی جس کا نام انھوں نے چھٹکی بی بی سکینہ رکھا ہے۔ لڑکی کی گفتگو کے ذریعے اس کی خوش مزاجی اور خوش دلی کا ذکر اسد صاحب نے کیا ہے۔ اس کے علاوہ ایک سکھ سردار 'فلاں مان سنگھ' کا بھی ذکر کیا ہے، جس سے ان کی ملاقات پیرس میں ہوئی۔ اس کے بعد ڈاونچی کے شاہکار مونالیزا کو دیکھنے، جانے کا واقعہ بیان کیا ہے کہ وہ راستہ بھول گئے تھے اور میترو میں کوئی بھی ان کی رہنمائی نہیں کر پا رہا تھا کیوں کہ وہاں جتنے بھی لوگ تھے سب اسپینی زبان بولتے تھے۔ یہ ایک طرح کا مزاحیہ (Lighthearted) بیان ہے۔

آخر میں اسپین کے ساحلی شہر 'ملاگا' (اس کا عربی نام 'ملکہ' تھا۔ یہ شہر مشہور مصور پابلو پکاسو کی جائے پیدائش ہے) کے Plaza desol کا بھی ذکر کیا ہے۔ جسے اسپینی ٹورزم والے مالگا (یا مالقہ) کے ساحل (لوکیشن بحیرۂ روم) کو ساحلِ آفتاب کہتے ہیں۔ اس جگہ کے متعلق اسد محمد خاں نے لکھا ہے کہ دارالخلافے مادرد میں بھی سب شہروں کی طرح ایک چوک شم مش ہے۔

''مادرد کا یہ چوک شم مش، شہر میں قدم جماتے ہوئے اور قدم جما چکے افریقی الاصل نوجوانوں اور پاکستانی، ہندوستانی، جاپانی امی گرنٹس کا رمنہ ہے اور یہ کم دلآویز جپسی لڑکیوں کے غیر جپسی عاشقوں کی پسندیدہ haunt ہے۔''۶؎

اس چوک شم میش پر موجود ایک بھینگی جپسی اور اس کے عاشق کی صورت حال کا بیان بہت دلچسپ ہے۔ جو قسمت کا حال بتانے والی مشین کے ساتھ کھڑی آنے والوں کا حال بتا رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اس کا غیر جپسی عاشق جو نابینا ہونے کا ناٹک کر رہا تھا، پاس آتا ہے اور اس کے سارے پیسے اپنی جیب میں ڈال کر چل دیتا ہے۔

''بارے کوٹھوں کا کچھ بیاں ہو جائے'' میں انہوں نے طوائفوں کے متعلق اپنے لڑکپن کے دو واقعات کا ذکر کیا ہے، جس میں مطرباؤں اور بیسواؤں کو دیکھنے کی ناقص کوشش کا ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد شہر غرناطہ کے ایک مشہور اڈے 'سان خورے کلب یعنی ولی جورج (نور اللہ مرقدہ) کے نام سے منسوب کوٹھے کی روداد بیان کی ہے۔

''پومپیائی کا پہریدار'' میں شہر پومپیائی اور قصبہ ہرکلانی یم کے سفر کی روداد بیان کی گئی ہے۔ ۲۴/اگست ۱۹۷۹ء میں پومپیائی

شہر سے چار میل دور پر ویسوویس جبل سے پھوٹنے والے آتش فشاں کا ذکر کیا ہے، جس میں پورا شہر تباہ و برباد ہو گیا تھا۔ پومپیائی کے پہریدار کا قصہ اسد محمد خاں نے عہد قدیم کے ہیروز نامی کتاب کی مدد سے تشکیل دیا ہے۔ اس پورے واقعے کو انھوں نے افسانوی طرز میں بیان کیا ہے۔

''نوری اور پیدرو'' مادرد میں دوران قیام اسد محمد خاں کی ملاقات ہوٹل میں کام کرنے والے طالب علم پیدرو اور مراقشی نوجوان سے ہوئی۔ اس ہوٹل میں ان کے چار فلم رول چوری ہو گئے جو نوری کی کزن نے چرائے تھے جس کے یہاں نوری رہتی تھی۔ اسی صورت حال کا بیان اس تحریر میں کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ مارک ٹوئن کی کہانی A War Prayer کا ترجمہ 'دعائے جنگ' کے عنوان سے اور حوان رلفو کی کہانی Luvina کا ترجمہ بھی شامل ہے۔

آخری تحریر ''تورے مالینوس اور بہت کچھ'' کے عنوان سے شامل ہے، جس میں اندلس کے شہر تورے مالینوس کے سفر کی روداد بیان کی گئی ہے۔ اس میں بحیرۂ روم/ ساحل شمس کے مناظر اور وہاں پر موجود کانوں وغیرہ کا بھی بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بعد اسی عنوان کے تحت خطوط اور ای میلز کا ایک کولاج تشکیل دیا ہے، جس میں ادیبوں کو لکھے گئے ۱۹۷۶ء، ۱۹۸۵ء اور ۱۹۹۱ء کے تین خط اور اگست۔ستمبر ۲۰۰۴ء کی تین ای میلز شامل ہیں۔

پہلا خط (۲۸ر جون ۱۹۷۶ء) سید محمود خان ہاشمی کے نام ہے۔ خط کی ابتداء میں انھوں نے نثر کی طرف اپنی رغبت کا ذکر کیا ہے اور روز بروز کم ہوتے ادب کے قارئین پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے Commercialization سے ادب کو ہو رہے نقصان کی جانب بھی اشارہ کیا ہے۔ اقتباس ملاحظہ ہو:

> ''ٹیلی ویژن اور ڈائجسٹ نے ادب سے اس کے قاری چھین لئے۔ مطالعے کا اور غور کرنے کا وقت کسی کے پاس نہیں رہا۔''۷؎

نوجوان نسل کی ادب سے بے رغبتی کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ نوجوان نسل تو جیسے انسانی تاریخ یا ادب کا مطالعہ کرنا ہی نہیں چاہتی، لکھتے ہیں:

> ''وہ لوگ کون ہیں جو لکھنے پڑھنے کے کام کو جاری رکھیں گے؟ ہمارے یہاں کے تازہ دم لڑکے تو بنکوں میں افسری، خلیج کی ریاستوں میں ملازمت یا فلم ٹیلی ویژن میں ایک چانس کے منتظر بیٹھے ہیں ذہین لڑکیاں Microbiology اور Midicine جیسے شعبوں میں جان کھپانے اور تقریباً مڈل ایجڈ ہونے کے بعد شادی کر لیتی ہیں اور شادی کے بعد بڑی یکسوئی سے اچاروں، چٹنیوں اور سوئٹر کے چار سیدھے دو الٹے پھندوں کا لٹریچر جمع کرتی ہیں اور قسم ہے جو اپنے مضمون یا انسانی تاریخ یا ادب یا زندگی سے ایک سطر پڑھنے کا موقع آنے دیں۔''۸؎

ان شاعروں اور ادیبوں پر طنز کیا ہے جو اپنی فریب کاریوں کے ذریعے کم علمی کے باوجود اعلیٰ مسندوں پر فائز ہو جاتے ہیں اور ادب کے متعلق غلط فیصلے صادر کرنے لگتے ہیں۔ اپنے ان دوستوں کو بھی نشانہ بنایا ہے، جنھوں نے Status اور دولت کی لالچ میں اپنی صلاحیتوں کو رائیگاں کر دیا:

''میرے بہت اچھے دوست جو بہت اچھا لکھ رہے تھے۔ بقول کسے بہت اچھے جا رہے تھے Status کی (rat race) میں کام آ گئے۔ بڑے بڑے ہونہار جو اچھی اچھی نظمیں کہانیاں غزلیں لے کر آتے تھے اب یہ خبر وحشت اثر سناتے آ رہے ہیں کہ بھائی! 700-50-150 EB-2500 کے گریڈ میں آ گئے ہیں۔ ہم ڈپٹی کمشنر کے ساتھ چائے پیتے ہیں۔ گوشت سبزی اور دودھ اسٹوڈنٹس کے وہاں سے مفت آ جاتا ہے۔ فرسٹ کلاس گزیٹڈ پوسٹ ہے۔ ہم اب کیریکٹر سرٹیفکٹ پر دستخط کر سکتے ہیں۔''۹۔

دوسرا خط (۱۲؍ستمبر ۱۹۸۵ء) انور خاں کے نام ہے۔ اس خط میں اسد صاحب نے ایک دولت مند شاعر کو براہ راست نشانہ بناتے ہوئے ادب میں ہونے والی دھاندھلیوں، منافقتوں اور سازشوں پر طنز کا برملا اظہار کیا ہے۔ مثال میں خط سے یہ اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

''یہاں منافقت، حرامزدگی اور سازش سب اعلیٰ درجے کی ہوتی ہے اور پبلک ریلیشنگ، زناکاری اور دلالی سطح اول پر کی جارہی ہے۔ ہمارے یہاں madetoorder اولیاء اللہ ہیں کہ ان کی تنخواہ دار، کمیشن خوار خلیفوں کا ایک حلقہ ہے جو حضرت صاحب کی کرامات اور خرقِ عادات کی تصنیف و تالیف اور نشر و اشاعت میں ہر وقت منہمک رہتا ہے اور خوب خوب مال بناتا ہے۔''۱۰۔

خط کے اختتام پر اسد کہتے ہیں کہ انور خاں! یہ میں کسی خط کے جواب میں نہیں لکھ رہا اور نہ ہی کسی نے مجھے ستایا ہے بلکہ یہ دراصل کیتھارسس ہے:

''خود میں لوگوں کے ساتھ Mild (ہاہ!) درجے کی منافقت کرتا ہوں اور یہ سمجھتا ہوں کہ مجھے کوئی نہیں دیکھ رہا۔ مگر مجھے کامل یقین ہے کہ ٹھیک اس وقت کہیں کوئی بیٹھا ہوا میری کمینگیاں یاد کر رہا ہوگا اور اسی طرح زمانے کو برا کہہ رہا ہوگا۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کسی خط میں لکھ رہا ہو۔''۱۱۔

تیسرا خط (۲۱؍جولائی ۱۹۹۱ء) فیروزہ جعفر کے نام ہے جو لندن میں مقیم ہیں اور کہانیاں لکھتی ہیں۔ خط سے پہلے ایک نوٹ میں اسد محمد خاں لکھتے ہیں:

''عزیزہ فیروزہ نے پروین شاکر سمیت کتنے ہی شاعروں ادیبوں کی میزبانی کی ہے۔ خوردوں میں اتنی شفیق خاتون میں نے کوئی اور نہیں دیکھی۔''۱۲۔

اس خط میں انھوں نے لندن سے پاکستان لوٹتے ہوئے طیارے کے سفر کی روداد بیان کی ہے کہ فلائٹ میں ان کے ساتھ دو ملیشیائی لڑکیاں بیٹھی تھیں جو طیارے کے جھٹکے سے سخت خوفزدہ تھیں۔ اسد صاحب لکھتے ہیں:

''جب بھی طیارہ جھٹکے سے ہوا کی آدھی سیڑھی اترتا تھا، یہ بھیانک آواز میں سسکتی تھیں۔ میں نہایت بزرگانہ طیارہ شناس لہجے میں سمجھاتا تھا: Just a little...It's nothing turbulance۔ لٹل ٹربیونس کا آئیڈیا Sell کرنے میں ناکامی ہوئی تو ان سے A Tale of two cities اور ڈکنز کے بارے میں بات کرنے لگا......ادب نے دستگیری کی۔ ان کا خوف کچھ

دور ہوا تو میں نے بتایا کہ میرے ایک Co-delegate پانچ قطار پیچھے برابر دُرودِ تاج پڑھ رہے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ طیارے میں کوئی بنیادی خرابی پیدا ہوگئی ہے اور اب بس چل چلاؤ ہے۔ حضرت قبلہ نور اللہ مرقدہ کو تازیانہ عبرت کے طور پر استعمال کیا تو لڑکیوں کا کچھ حوصلہ بڑھا۔''

۱۳؎

خط نما سفرنامے کا انداز ایک لطیف خوش دلی کا ہے، جس سے یہ متن بہت دلچسپ ہو گیا ہے۔ ان غیر افسانوی متون میں قاری کی دلچسپی اس کے اسلوب اظہار کے سبب پیدا ہو جاتی ہے اور دوسری صفت ان تحریروں کی یہ ہے کہ اسد محمد خاں نے حقیقی واقعات کو اس طرح بیان کیا ہے کہ وہ افسانہ معلوم ہونے لگتے ہیں۔ اسی لیے یہ تحریریں بھی ان کے افسانوں کی طرح Readable اور پر تاثر ہیں۔

حواشی:

(۱) اسد محمد خان، 'لا کے بیان میں' مشمولہ ٹکڑوں میں کہی گئی کہانی، القاء پبلی کیشنز لاہور ۲۰۱۵ء، ص:۲

(۲) اسد محمد خان، 'لا کے بیان میں' مشمولہ ٹکڑوں میں کہی گئی کہانی، القاء پبلی کیشنز لاہور ۲۰۱۵ء، ص:۳-۲

(۳) اسد محمد خان، 'لا کے بیان میں' مشمولہ ٹکڑوں میں کہی گئی کہانی، القاء پبلی کیشنز لاہور ۲۰۱۵ء، ص:۴

(۴) اسد محمد خان، 'لا کے بیان میں' مشمولہ ٹکڑوں میں کہی گئی کہانی، القاء پبلی کیشنز لاہور ۲۰۱۵ء، ص:۴

(۵) اسد محمد خان، 'لا کے بیان میں' مشمولہ ٹکڑوں میں کہی گئی کہانی، القاء پبلی کیشنز لاہور ۲۰۱۵ء، ص:۹

(۶) اسد محمد خان، چھٹکی بی بی سکینہ۔تھوڑا افرانس اور اسپین، (مشمولہ) ٹکڑوں میں کہی گئی کہانی ۲۰۱۵ء، ص:۴۰

(۷) اسد محمد خان، تورے مالینوس اور بہت کچھ، مشمولہ ٹکڑوں میں کہی گئی کہانیاں ۲۰۱۵ء، ص:۱۰۳

(۸) اسد محمد خان، تورے مالینوس اور بہت کچھ، مشمولہ ٹکڑوں میں کہی گئی کہانیاں ۲۰۱۵ء، ص:۱۰۳

(۹) اسد محمد خان، تورے مالینوس اور بہت کچھ، مشمولہ ٹکڑوں میں کہی گئی کہانیاں ۲۰۱۵ء، ص:۱۰۵

(۱۰) اسد محمد خان، تورے مالینوس اور بہت کچھ، مشمولہ ٹکڑوں میں کہی گئی کہانیاں ۲۰۱۵ء، ص:۱۰۹

(۱۱) اسد محمد خان، تورے مالینوس اور بہت کچھ، مشمولہ ٹکڑوں میں کہی گئی کہانیاں ۲۰۱۵ء، ص:۱۰۹

(۱۲) اسد محمد خان، تورے مالینوس اور بہت کچھ، مشمولہ ٹکڑوں میں کہی گئی کہانیاں ۲۰۱۵ء، ص:۱۱۰

(۱۳) اسد محمد خان، تورے مالینوس اور بہت کچھ، مشمولہ ٹکڑوں میں کہی گئی کہانیاں ۲۰۱۵ء، ص:۱۱۰

☆☆☆☆